© rasailojaraid.com

جناب ہدایت اللہ

قصہ ہیر و رانجھا

مختلف زمانوں اور زبانوں میں

ہیر اور رانجھے کی محبت بھری داستان پنجاب کی مقبول ترین المیہ کہانی ہے۔ پنجاب میں یہ رومان کب سے معروف ہے، اس کے متعلق کچھ کہنا ممکن نہیں۔ لیکن پنجابی میں سب سے پہلے ہیر و رانجھا کو جھنگ کے ایک اروڑہ دمودر نے نظم کیا تھا۔ وہ اس قصے کو جلال الدین اکبر (۱۵۵۶ - ۱۶۰۵ء) کے زمانے کا واقعہ لکھتا ہے، اور تفصیلات اس طرح بیان کرتا ہے گویا کہ وہ خود انھیں دیکھ رہا ہے۔ لیکن بعض حضرات کا خیال ہے کہ دمودر کا یہ بیان صحیح نہیں اور اس نے یہ قصہ شاہ جہان اور اورنگ زیب کے زمانوں میں نظم کیا ہے۔ شہرت کے اعتبار سے اس قصے کے شاعر وارث شاہ کو سب سے زیادہ مقبولیت حاصل ہوئی۔ لیکن بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ قصہ اس قدر دلفریب اور مشہور تھا کہ فارسی شعرا نے پنجابی شعرا کی بہ نسبت اس کی طرف پہلے توجہ کی۔

داستان کے مشہور مصنفین

ہیر و رانجھے کی داستان کو بہت سے لوگوں نے تحریر کیا۔ بعض نے فارسی میں، بعض نے پنجابی میں، بعض نے ہندی میں، بعض نے اردو، انگریزی میں اور سندھی میں تحریر کیا۔ ان سطور میں تمام لکھنے والوں اور ان کی کتابوں کا ذکر تو مشکل ہے، صرف مشاہیر کا ذکر کیا جاتا ہے، باقی کے صرف ناموں پر اکتفا کیا جائے گا۔ مصنف کے نام، تاریخِ تصنیف اور نمونۂ کلام کو درج کیا جائے گا۔ علاوہ ازیں قلمی نسخوں کا حال (جو معلوم ہیں) اور طبع شدہ کلام کا ذکر ہوگا۔

فارسی زبان

۱۔ حیات خان باقی کولابی: سب سے پہلے یہ قصہ باقی کولابی نے فارسی زبان میں لکھا۔ اس کے بارے میں اس سے زیادہ معلوم نہیں ہو سکا کہ یہ اکبری عہد کا شاعر تھا۔ کولاب کا رہنے والا تھا۔ کولاب سے ہندوستان آیا۔ کافی دیر ہندوستان میں رہا۔ ۹۸۸ھ میں جب معصوم خان کابلی نے بغاوت کی تو کولابی اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں مارا گیا[۵]

اس کا تحریر کردہ قصہ پنجابی زبان کے قصوں سے ذرا مختلف ہے۔ اس میں دھیدو ایک پیدائشی عاشق ہے اور اس نے بغیر دیکھے ہیر کو دل دے دیا۔ جب عشق نے تن من میں آگ لگا دی تو ماں نے بڑی شفقت سے سمجھایا، لیکن اس پر کوئی اثر نہ ہوا اور ماں کو خون کے آنسو بہاتے چھوڑ کر گھر سے فرار ہوگیا۔ آگے چل کر اس کو پانچ پیر ملتے ہیں جو اس کو اشیرباد دیتے ہیں۔ ہیر کے گاؤں میں جا کر یہ ہیر کے والد سے ملتا ہے، پھر جب ہیر اس کو دیکھتی ہے تو اس پر عاشق ہو جاتی ہے۔

۲۔ سعید سعیدی ۔ یہ ایک مشہور مصنف تھا، مگر اس کی زندگی کے حالات مفقود ہیں۔ اس نے فارسی مثنوی "افسانۂ دلپذیر" تحریر کیا۔ سب سے قدیم افسانہ دلپذیر ہے جو سعید سعیدی نے نظم کیا۔ یہ قلمی نسخہ کتاب خانۂ دانش گاہ پنجاب میں موجود ہے۔ اس کے شروع اور آخر کے اوراق افتادہ ہیں، اس لیے مصنف، کاتب اور تاریخ کے متعلق معلومات حاصل نہیں۔ اس کے بارے میں یہ ثابت ہے کہ یہ شاہ جہان کے عہد میں ۱۶۲۸ء سے ۱۶۵۸ء تک موجود تھا۔ "افسانۂ دلپذیر" کے مصنف کا دعویٰ ہے کہ یہ افسانہ اس نے خود تحریر کیا ہے، کسی سے سنا نہیں۔ قصے کے متن میں جا بجا اپنا نام سعید اور تخلص سعیدی نظم کیا ہے۔ اپنے آپ کو وہ سعید جامی بھی کہتا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ دونوں اس کے تخلص ہوں:

گفتی کہ سعید باخیال است — در کوچۂ عشق پائمال است — (برگ ۲ ب)

چوں دیدہ بآن نہد سعیدی — ہر لحظہ فغان کند سعیدی — (برگ ۱۶ ب)

این عالم بیوفا سعیدی — زنہار مجو وفا سعیدی — (برگ ۱۱۳ الف)

امروز منم سعید جامی — خاک کف خسرو و نظامی — (برگ ۲۵ الف)

اس قصے کے آغاز میں شاہ جہان کی مدح کی گئی ہے، جس کے چند اشعار یہ ہیں۔

یارب کہ ہمیشہ باد خرم — وز گردش زمانہ بیغم

او شاہ جہانست شاہ بادا — عالم ہمہ در پناہ بادا

---

[۵] منتخب التواریخ جلد سوم، ص ۱۹۴ - بدایونی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مست از می ساغر ز بر جد ہر لحظہ شہاب الدین محمد
صاحب صاحبقران ثانی خوش بر سر تخت کامرانی (برگ ۷ ب)

سید سعیدی نے یہ دعویٰ بھی کیا ہے کہ اس نے افسانۂ ہیر سب سے پہلے نظم کیا ہے اور اسی کی کاوشوں کی بدولت یہ مشہورِ زمانہ ہوا ہے :

خوباں جہان فسانہ ہستند رسوا شدۂ زمانہ ہستند
مشہور زمانہ داستانند خوبان ہمہ شہرۂ جہانند
افسانۂ ہیر کس نگفتہ است این در کسی نسفتہ است
برخیز ہمین سخن بیان کن افسانۂ ہیر داستان کن
آن بکر جمیلہ بود مستور اکنون شد این فسانہ مشہور (برگ ۱۰ ب)

سعیدی نے یہ دعویٰ بھی کیا ہے کہ اس نے یہ قصہ کسی سے نہیں سنا :

این گفت و شنود زادۂ طبع ہر نکتہ بدل نہادۂ طبع
از کس نشنیدم این حکایت وز طبع کشیدم این روایت
با مفتی دل ہمیشہ یادم زین گفت و شنود بیقرارم
ہر لحظہ بدل فسانہ گویم افسانۂ عاشقانہ گویم (برگ ۱۴ ب)

وہ لکھتا ہے :

چوں داد برانجہ جان دل ہیر خویشان ہمہ زو شدند دلگیر
ہر کس بسخن زبان کشودند با رانجہ و ہیر طعنہ دادند
گفتند بہیر کای پری زاد یکبار شدی ز عالم آزاد
خود را تو چو دردمند کردی خوش اسم پدر بلند کردی
خویشان قبیلہ از تو بیزار در عشق کسی شدی گرفتار (برگ ۲۸ ب)

۳- میر محمد مراد لائق جون پوری : مثنوی ہیر و رانجھا (۱۰۹۶ھ / ۱۶۸۵ء) مصنف عالمگیر کے عہد سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کا نام محمد عاشق یا محمد مراد تھا ــــ نمونۂ کلام یہ ہے :

آن را کہ گرفت عشق ای دل آسان نہ شدہ علاج مشکل !

© rasailojaraid.com

معجون وصال یار یابد | شربت ز لب نگار یابد
باختۂ درد آشنایی | دیدار خوش است مومیایی
من خفته چو خفتگان خاکم | من خفته نه زنده ام ہلاکم
در حشر به مردگان به خزم | گویی که چنان نیم که خزم

۴۔ میتا چنابی : "عشقیہ پنجاب یا قصہ ہیر و ماہی" (۱۱۱۰ھ/ ۱۶۹۸ء) مصنف کا اصلی نام "میتا پسر حکیم درویش" اور تخلص چنابی ہے جو دریائے چناب سے منسوب ہے۔ چنانچہ ایک غزل کے مقطع میں لکھتا ہے :

سعدی از شیراز و میر از دہلی و جامی ز جام | صائب از ایران چنابی تازہ گوئی از چناب

چنابی پنجاب کا ایک دیہاتی شاعر تھا۔ یہ کتاب اس نے اورنگ زیب عالم گیر کے عہد میں تصنیف کی "این قصہ بہ عہد شاہ اورنگ زیب بگرفت بہ نظم فارسی رنگ" اور تاریخ تصنیف ۱۱۱۰ھ ہے[۵] تاریخ دعا است بہر این باغ 'بد' دور چنابی از "چنین باغ"۔ اگر چنین کے اعداد سے "بد" کے اعداد خارج کر دیں تو ۱۱۱۰ھ برآمد ہوتا ہے۔

سب سے پہلے چنابی نے ہی اسے "ہندوی" سے فارسی نظم میں ترجمہ کیا ـــ نمونہ کلام یہ ہے :

معمورۂ چو چک است این شہر | عبرت گہ بیشک است این شہر
ویرانست کنون چو بود آباد | یاد از چمن بہشت می داد
آثار عمارتست بازار | اکنون نہ متاع نی خریدار
رفتہ کہ ازین سرای با آب | عریان نہ در رود بہ تالاب
وارث بہ قفاش بود فرزند | شد حاکم این سواد یک چند

۵۔ شاہ فقیر اللہ آفرین لاہوری نے ہیر و رانجھا مسمی بہ "ناز و نیاز" ۱۱۴۳ھ/ ۳۱-۱۷۳۰ء میں تصنیف کیا۔ اس کا ایک قلمی نسخہ کتاب خانہ دانش گاہ پنجاب میں ہے جو ۱۲۱۲ ق میں لکھا گیا، اس کا ایک نسخہ برٹش میوزیم میں ہے ـــ نمونہ کلام یہ ہے :

۵؎ اورینٹل کالج میگزین، اگست ۱۹۲۷ء

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پریزاد دختی گرامی نژاد — حیا بندۂ عصمتش مادر زاد
بتی گرد سر نرگسش نیم باز — ز سر تا قدم فتنہ لبریز ناز
شفق بیز از تاب رویش نقاب — بجوبی جگر گوشۂ آفتاب
رخش صبح نوروز حسن از دو سو — شب قدر زلفین پیچیدہ مو
قدی در روش محشر فتنہ ساز — خرامید لغزی گردش چشم ناز
بود ہیر نام آن پریزاد چہر — وفا مادر آورد ہمزاد مہر (دیگ ۱۷)
کرد ز ریغش کشتن تباہی ثواب — ہنوز ز بیسودہ مار و عقاب
میا زار بیچارہ درویش را — بالماس مرہم مدہ ریش را (دیگ [illegible])

۶- احمد یار خاں یکتا: مثنوی یکتا (۱۱۳۷ھ/ ۳۵-۱۷۳۴ء) مثنوی یکتا یعنی داستان ہیر رانجھا "احمد یار خاں" "متخلص بہ یکتا" کی تالیف ہے۔ اسے مولوی محمد باقر صاحب نے یونیورسٹی اورینٹل کالج سے ۱۳۲۷ھ میں لاہور سے شائع کیا تھا۔ نمونۂ کلام:

سادہ و پختہ گفتن آسان نیست — کار ہر شاعر سخندان نیست (ص ۵۶)
ہر دو ہستند زندہ و قائم — تا قیامت ہمیشہ و دائم
تا ہنوز اند ہر دو باہم یار — لیک پنہان ز دیدۂ اغیار
اولیا تا ابد نمی میرند — دست آن پاکزادہ میگیرند (ص ۸۸)
بعد مدح چہار یار کرام — ما بگفتا را از زبان ہیر سلام
کای شہ عاشقان آزادہ — خود ہوش و بجان دل دادہ
گوش کن قصۂ رنا لب ہیر — خستہ عیشی بدام غم اسیر
درد مندی مریض رنجوری — بیدلی نا امید تا بید دوری
کشتۂ دیدۂ زمانہ دو — گشتہ پامال گردش گردون
کشتۂ قہر جور ظلم و ستم — ماہری مبتلای صد و الم
رانۂ بزم گاہ قرب قبول — خودی تماشا کہ خوش محمول
کنۂ در جہان تو نقصان — جز بحق نیز ارقی تو خلال

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

چون کسی از مقام خویش سفر   کسوت جوگیاں بکن در بر

گر چنین شد بمن زغیب الہام   نرسی جز باین لباس بکام (ص ۴۳-۴۴)

۷ - سندر داس آرام --- گلشن راز عشق و وفا (۱۱۷۱ھ / ۵۸-۱۷۵۷ء) - ہیر درانجھے کا قصہ ہندوستان میں کئی بار لکھا جا چکا ہے۔ مثنوی فارسی قصّوں میں سب سے پہلے گوردا س کھتری (قوم کوہلی) ساکن قصبہ سنکھترہ کا ہے، اس کی تاریخ تصنیف معلوم نہیں۔ لیکن اس کا ایک نسخہ قاضی فضل حق پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور کے پاس موجود تھا جو ۱۱۲۱ھ میں لکھا گیا تھا۔ گورداس نے اس قصے کو دمودر اروڑہ ساکن جھنگ کے ہندی قصہ ہیر درانجھا پر مبنی کیا ہے، جو اس نے راجہ رام کھتری عرف گجرال ساکن بھیرہ سے سنا۔ یہ شخص اورنگ زیب کے زمانے میں گجرات میں آباد تھا۔ دمودر کا کہنا ہے کہ چوچک خاں سیال اکبر کے زمانے کا آدمی تھا۔

۸ - اس قصے کو منشا رام خوشابی نے ۱۱۵۷ھ / ۱۷۴۴ء میں فضول عبارت آرائی اور بے جا رنگین بیانی سے بہت پھیلا کر دوبارہ تحریر کیا اور کہا کہ یہ اس کی اپنی تصنیف ہے اور راجہ رام نے دمودر والی روایت براہِ راست اس کو پہنچائی ہے یعنی وہ گورداس والے قصے سے بالکل بے خبر ہے۔

۹ - یہی قصہ ۱۲۵۲ھ / ۱۸۳۶ء میں عبرتی عظیم آبادی نے "معراج المحبت" کے نام سے فارسی نثر میں تحریر کیا۔ (فہرست مجموعہ کرزن کلکتہ: ۳۱۴)

خان بہادر چوہدری شہاب الدین مرحوم کے کتب خانے میں چھ قلمی اور مطبوعہ مثنویاں، جو اس قصے پر مشتمل ہیں، موجود ہیں۔

۱۰ - ہیر درانجھا "تصنیف و تالیف میر خسرو" آغاز مثنوی :

ای چہرہ کشای حسن تدبیر   دی ہوش ربای عقل و تدبیر

درج ذیل شعر سے پتا چلتا ہے کہ شاعر امیر خسرو نہیں بلکہ کوئی اور شخص ہے۔

لائق کہ نہ لائق بہشت است   شرمندہ بخود ز فعل زشت است

خاتمہ اس شعر پر ہوتا ہے :

ہر کس کہ ازین صحیفہ خواند   بی خواندن فاتحہ نماند

۱۱ - مثنوی باقی : یہ نسخہ ناقص الاول ہے۔ پہلا عنوان یہ ہے " درصفت بادشاہ عالم پناہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اکبر شاہ گوید"

اکبر بود آن شاہ جہاندار — کوراست بہر سو (کذا) مالک بسیار

دارد دو ہزار بندہ جاوید — کو تیغ زدہ بغرق جمشید

از سرحد ہند تا حد چین — بگرفت بزور خنجر کین

ایک اور عنوان ہے: در صفت پیر خود گوید:

شاہ عبید (عبد؟) اللہ شہ خردمند — کز وی شد جملہ خلق خورسند

کون سے اکبر شاہ کے زمانے میں یہ مثنوی تحریر کی گئی، یہ معلوم نہیں ہو سکا۔

۱۲- قصہ ہیر ورانجھا مسمی بہ "ناز و نیاز" از شاہ فقیر اللہ آفرین لاہوری المتوفی ۱۱۵۴ھ- اس نسخے میں ۷۶ ورق ہیں۔

آغاز: بنام چمن ساز ناز و نیاز — کہ خار نیازش بود سرو ناز

خاتمہ: گلستان کن صبح و شامم توئی — چمن ساز عیش مدامم توئی

یہ نسخہ محبوب عالم سیالکوٹی نے ختم کیا۔

۱۳- قصہ ہیر ورانجھا از میر قمر الدین منت دہلوی: وہ کلکتہ میں ۱۲۰۸ھ/۱۷۹۴ء میں بعمر ۵۹ سال فوت ہوا- یہ قصہ اس نے "ممتاز الدولہ" جانسن کے نام پر لکھا- مسٹر رچرڈ جانسن نے منت کو وارن ہیسٹنگز کے سامنے پیش کیا تو گورنر جنرل مذکور نے اس کو ملک الشعرا کا خطاب عطا کیا-

آغاز: خداوند طلسم راز بکشا — بمن سر نیاز و ناز بنما

تاریخ تصنیف کے متعلق اس نے لکھا ہے:

پی این نامۂ خوش سال اتمام — چنین در قطعہ کردند اتمام

تاریخ: سال تاریخ ازین کتاب شگرف — خوابت منت ز عقل با تدبیر

خردش از سر بدیعہ بگفت — قصہ عشق ہیر رانجھن گیر

اور اگر "ہیر و رانجھن" پڑھیں تو سال اتمام ۱۱۹۶ھ ہوگا- اس نسخے میں ۹۱ ورق ہیں-

۱۴- مثنوی نواب احمد خاں گورگانی یکتا دہلوی یعنی داستان ہیر و رانجھا - یہ طبع شدہ نسخہ ہے اس کو مولوی محمد باقر پروفیسر مشن کالج نے چھپوایا تھا مصنف کا سال وفات ۱۱۴۷ھ ہے -

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۱۵- نگارین نامہ المعروف ہیر و رانجھا مصنفہ لالہ کنہیا لال - یہ کتاب ۱۸۸۲ء/۱۲۹۹ھ میں وکٹوریہ پریس لاہور میں ۲۱۲ صفحات پر چھپی -

۱۶- مثنوی آرام : ان مثنویوں کے علاوہ ایک اور مثنوی ہے جس کا مصنف سندر داس آرام ہے - (کتاب خانہ ریاست کپورتھلہ کے ایک خطی مجموعہ ۸۵ میں ہے)۔ جمادی الاولیٰ ۱۱۷۱ھ کو ختم ہوئی۔ کتاب میں کل ۷۹ داستانیں ہیں۔

اقتباس از مثنوی آرام : سانپ کے کاٹنے کا علاج -

ہمہ مرد و زن از بیگانہ خویش   بہ غمخواری ز دردش چارہ اندیش
یکی تجویز کردی جوز مائل   دگر دادی سیہ روغن یفلفل
یکی چوب سیہ بر زخم سائید   دگر ہر لحظہ شیر عشر مالید
یکی سودی بساقش زہر مہرہ   کہ ایں دارد بدفع زہر شہرہ
دگر از بہر او آورد تریاق   کہ ایں نادر بود در جملہ آفاق
یکی افشرد زخم مار پیہم   شود تا خون زہر آلوداش کم
دگر می بست محکم ساق دلخواہ   مبادا زو باید در تنش راہ
فسون خوانان زہر سو جمع گشتند   ہمہ گرد سر آن شمع گشتند
فسون کس نیامد ساز وارش   گزید از بسکہ مار ہجر یارش

۱۷- نگارین نامہ از رائے بہادر کنھیا لال المتخلص بہ ہندی : فارسی میں لکھے ہوئے ہیر و رانجھا کے قصوں میں سب سے آخر میں مثنوی نگارین نامہ مرتب ہوئی اور ۱۸۸۱ عیسوی میں پایۂ تکمیل کو پہنچی - انگریزی عہد کے ابتدائی عہد تک لاہور میں فارسی اس قدر مقبول تھی کہ اس مثنوی کے کم از کم دو ایڈیشن چند سالوں میں شائع ہو گئے۔

برائے انکشاف حال تاریخ   چو از ہاتف بجستم سال تاریخ
ندا از چرخ چارم زد مسیحا   بگو "پر درد نظم ہیر و رانجھا"
۱۸۸۱ء

(۴۰)

نمونہ کلام :

چو بود این قصہ در پنجاب مشہور   زبان زد جہان در خلق مذکور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نوشتم این نگارین نامۂ خویش — بنام آن دو یاران وفا کیش
اگرچہ بیش ازین وارث سخندان — رقم کرد است نظم حال ایشان
مگر نظمش بہ پنجابی زبان است — کہ مطبوع دل پنجابیان است
ہر آن شائق کہ پنجابی ندا ند — ز مطلب سر بسر بی بہرہ ماند
چون من این قصۂ مطبوع گفتم — گہر در پارسی سر رشتہ سفتم
کہ از ہر یک زبان این خوش زبان ہست — عزیز خلق و مطبوع جہان است (ص ۹)

مندرجہ بالا حضرات کے علاوہ درج ذیل لوگوں نے بھی فارسی زبان میں قصہ ہیر و رانجھا کو نظم کیا:

(۱) علی بیگ نے ۱۱۲۳ھ میں (۲) غلام سرور نے ۱۲۳۹ھ میں (۳) ایشاٹک سوسائٹی بنگال کے کتاب خانے میں فارسی کی ایک نامکمل مثنوی موجود ہے۔ "فدائی" یا "ساقی" نے نظم کی ہے۔ (۴) مقبول احمد ابن مولوی قدرت احمد فاروقی گوپاموئی نے اس قصے کا کچھ حصہ فارسی میں منظوم کیا۔

پنجابی زبان

۱۔ اروڑہ دمودر — دمودر کے زمانے کا صحیح علم نہیں ہے۔ میاں مولا بخش کشتہ امرتسری کے مطابق اس کی پیدائش لودھیوں کے زمانے میں ہوئی اور اکبر کے زمانے میں فوت ہوا۔ قریشی عبدالغفور نے شاہجہان اور اورنگ زیب کا زمانہ بتایا ہے۔ سر رچرڈ ٹمپل نے اس کو اکبر کے زمانے میں شمار کیا ہے۔ دمودر ضلع جھنگ میں کسی مقام پر پٹواری تھا۔ ذات کا اروڑہ گلاٹی تھا اور دکان داری کرتا تھا۔

دمودر کی داستان کے مطابق دھیدو ابھی چھ سال کا تھا کہ اس کی والدہ کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ ماں کی موت کے بعد والد اس سے بہت پیار کرتا تھا۔ اس پر دوسرے بھائی حسد کرتے تھے۔ اس کا والد یہ دیکھ کر سسکیاں لیتا مر گیا۔ کیوں کہ وہ چاہتا تھا کہ دھیدو (رانجھا) کی شادی بڑے گھرانے میں کرے جو اس کا سہارا بن سکے۔ اسی اثنا میں دھیدو باپ کی موت کے بعد گھر سے بھاگ جاتا ہے۔ اس کی ملاقات پانچ پیروں سے ہوتی ہے اور وہ اس کو دعا دیتے ہیں، لیکن جب ہیر کی شادی ہو جاتی ہے تو دھیدو گھر واپس آجاتا ہے۔ اپنی منگیتر وڈانچیاں کی لڑکی سے شادی کرنے سے انکار کر دیتا ہے۔ ہیر کو اس کا علم ہوتا ہے تو وہ اپنی نند کے ہاتھ پیغام بھجواتی ہے، پھر دھیدو جوگی بن کر ہیر کے پاس جاتا ہے، اس کو نکال کر لے جاتا ہے۔ کھیڑوں کو پتا چلتا ہے وہ شور مچاتے ہیں تو قاضی ہیر کو زبردستی واپس کر دیتا ہے۔ شہر کو آگ لگ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جاتی ہے۔ تاہم خیال کیا جاتا ہے کہ یہ نظم ہوا ہے، لہٰذا مصاں ہیر کو واپس کر دیتا ہے۔ تمام قصہ والے رانجھے کو اولیا کہتے آئے ہیں۔ اس وقت رانجھا ان کو بتاتا ہے کہ دونوں بخ رہ جائیں گے دوبارہ نہیں لوٹیں گے۔

نمونہ کلام: دمودر

ہیر کا جواب رانجھے کو:

سن ویرا خاناں تے سلطاناں کیتے تساں نوں گوارا ستایا — مجھیں چاکر کداؤں آئے ویلیں نوں مونہ چا پایا

کڑیاں کنڈھے جھک کوئی ہی مینوں نظر نہ آیا — اَت نوں آکھاں تدھ سدائیں کیہڑا بیتھ سکایا

تخت ہزارہ وطن اساڈا معشوق میں جا پایا — پیا وخت میں گھر وچ تکیا اک سیالیں آیا

جھک دے گھر بیٹی جھگی ہیر سونا دیں رکھایا — دیکھ دکھاناں اس دے پچھے اس میرا جوڑ چا پایا

پرتی گھر دیس کیڑیاں دے نال میں تقسیم پایا

آکھ دمودر کتھے دہیں کو میاں کر شوق بلائیاں

ملیاں آن رانجھے تائیں بہت ویراگ ونڈایا

چن چڑھیا کل عالم ویکھے مینڈا چن اُداییں — راہ تکیندی تے کاگ اُڈیندی بیٹھی جیندی آئیں

سک تساڈی تو شہ مینڈا بد چج بیٹھی کھائیں — کدی تاں چت کریسی خاوند کُھلیں دا شرم تسائیں

۲۔ احمد کوی ـــ اس کے لکھے ہوئے قصے پر وارث شاہ نے اپنے قصے کی بنیاد رکھی۔ ۱۶۹۲ء میں احمد کوی نے قصے کو نظم کیا۔ اس کی زندگی کے حالات بھی اچھی طرح نہیں ملتے۔ صرف یہ پتا چلتا ہے کہ اورنگ زیب کے زمانے میں ۱۶۹۲ء میں اپنی کتاب مکمل کی۔ دونوں معاشرے کی تصویر ایک ہی طرز پر کھینچتے ہیں۔ فرق یہ ہے کہ جب رانجھا گھر سے برات لے کر جاتا ہے تو ہیر مر جاتی ہے۔

نمونہ کلام:

اُدھر بسم اللہ والعلک آکھ کے نے تاں میں آئیا ساں اینت فیر سے

میں تے واسطہ پیر دے جگ لیا پھر کم ناں سا کوئی نال میرے

مینوں وچ چھوڑ گیا گم میرا مینوں دکھڑے پئے آن گھیر سے

کرامات تیری اساں ڈھونڈ ڈٹھا حکم دے بچے رہن دنگاں ہو ویرے

بیٹھ جوگ بھبھوت لے اپنی بد ہیر کہن درست کر دے میرے

© rasailojaraid.com

۳۔ مقبول ـــ اس کا اصل نام [illegible] جہان اور تخلص مقبول تھا۔ [illegible] پیدا ہوا۔ نابینا تھا۔ مقبول نے بھی [illegible] ہیر لکھی ہے۔

وارث شاہ اور مقبول میں فرق یہ ہے کہ مقبول کے قصے میں رانجھا خواب میں ہیر کو دیکھ کر اس کا عاشق ہو جاتا ہے۔ وارث شاہ کے قصے میں رانجھا ہیر کی شہرت سن کر اس کا عاشق ہو جاتا ہے۔ یہ اس داستان کا خوبصورت [illegible] ہے۔ دونوں نے پنجاب کی زندگی کی تصویر کشی کی ہے۔ رنگ، رسم و رواج، اچھی بری عادات وغیرہ۔

نمونۂ کلام:

رانجھا آکھدا [illegible] تیرا [illegible] میاں — جا [illegible] میاں

[illegible] مقبول میاں — مقبول [illegible] میاں

ہیر مقبول ۱۸۰ ورق میں مطبع پنجابی لاہور سے چھپی۔

نسخہ محفوظہ: (۱) مقبول، حافظ شاہ جہان۔ ہیر رانجھا مقبول، مرتبہ بنارسی داس۔ لاہور، پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۳۳ء — [illegible]

(۲) ہیر رانجھا، مرتبہ [illegible] شاہ۔ فیصل آباد، پنجابی ادب [illegible] ۱۹۸۲ء — [illegible]

دیگر نمونۂ کلام: مقبول

[illegible] — [illegible] ایں

[illegible] — تیرا [illegible] اپنے مقبلا [illegible] ایں

رانجھا [illegible] — [illegible] تیرا [illegible] کئے نیں

[illegible] — مقبل [illegible] کئیں

[illegible]

[illegible] تیرا

[illegible]

[illegible]

[illegible] شمارہ ۲۵ – ۵۶

© rasailojaraid.com

۴۔ وارث شاہ —— وارث شاہ جنڈیالہ شیرخاں ضلع شیخوپورہ میں ۱۱۳۵ھ (۱۷۲۲ء) میں پیدا ہوا۔ والد کا نام قطب شاہ تھا۔ استاد سید غلام مرتضےٰ یا غلام محی الدین قصوری تھے۔ دینی کتب ان سے پڑھیں۔ عربی پر عبور تھا۔ اس کتاب کی تصنیف کے بارے مشہور ہے کہ وارث ٹھٹھہ زاہد کی ایک لڑکی پر عاشق ہو گیا تو اس نے اس عشق کو "ہیر رانجھے" کے قصے کی شکل میں نظم کیا، لیکن یہ بات مستند تذکروں سے ثابت نہیں ہے۔ وارث شاہ نے احمد گوہی اور مقبل کے قصوں سے فائدہ اٹھایا۔ وارث شاہ نے ملک کی سیاسی، معاشرتی، معاشی، مذہبی حالت کا نقشہ پیش کیا۔ ۱۷۶۶ء میں قصہ نظم کیا۔

وارث شاہ آخر میں (معرفت کے رنگ میں) لکھتا ہے:

اوہ روح قلبوت دا ذکر سارا نال عقل دے میل ملایا ای!

اور کرداروں کی تقسیم خود اس طرح کرتا ہے:

(۱) ہیر (روح) (۲) رانجھا (چاک) جسم، قلبوت (۳) پنج پیر (حواسِ خمسہ) (۴) قاضی (حق) (۵) کوٹھا (گور) (۶) عیالی (منکر نکیر) (۷) سیدا (عزرائیل) (۸) سہتی (موت) (۹) کیدو (شیطان) (۱۰) جوگ (عورت) (۱۱) سیالاں دی مجلس (دنیا کی مزدوری) وغیرہ وغیرہ

وارث شاہ کے چند مصرعے اور مقطعے:

بھکھا کھنڈ تے کھیر دا ہویا راکھا رنڈا چلیا ساک کرا ونے نوں!
گِدڑ کچہریاں دا جمعدار ہویا اونٹھ چلیا باغ لگا ونے نوں!
ناتھا جیوندیاں مرن ہے کھرا دکھا ساتھوں ایہہ نہ وعدے ہو ونے نی
اساں جٹ ہاں ناڑیاں کرن والے اساں کچکرے نئیں پرونے نی
ایتوں کن پڑا ئیکے خوار ہوئے ساتھوں نئیں ہندے ایڈے رونے نی
ساتھوں کھیری نا وَنہ جائے سانبھی اساں ڈھگ ای انت نوں جو ونے نی
رناں نال بجھے ورجدے چیلیاں نوں ایہہ گو رونہ بھر کے جو ونے نی

وارث شاہ کی ہیر پنجاب میں سب سے زیادہ مقبول ہوئی۔ اس کو کئی لوگوں نے مرتب کیا اور چھاپا۔

۵۔ احمد یار —— اس کی پیدائش ۱۷۶۸ء میں ہوئی اور ۱۸۴۵ء میں فوت ہوا۔ اس کا والد تحصیل وزیرآباد کے ایک گاؤں سوہدرہ کا رہنے والا تھا۔ یہاں سے جلالپور جٹاں کے قریب قلعہ اسلام چلا گیا۔ احمد یار

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۱۸۴۰ء میں مہاراجہ گلاب سنگھ کے کہنے پر لاہور آ گیا۔ فتوحاتِ خالصہ" شاہ نامہ کے نمونے پر فارسی میں تحریر کی۔ پنجابی زبان میں ہیر و رانجھا لکھی۔

نمونۂ کلام :

ناتھا اگدوں لیک لایوئی وت تیں دیون لگوں ۔۔۔ درداں ہیریاں دی کرکاری راہ کم دا دس اگوں
چک کڈھیاں ہیں ہیر جلی دے عشق جہانوں جگوں ۔۔۔ دنیا وچہ کائی پت نہ میری رہی نہ داہڑی بگوں
پنجی ور ہے چکایاں تہیں طمع والی اس رگوں ۔۔۔ پلے پیا نئیں اک پیسہ مینوں چوچک ٹھگوں
الیس کھیڑیاں نوں گھت وتی ڈولی ہلک پیا جگوں ۔۔۔ احمد یارا دید نیناں ئیں ہیر کر کوئی وار دل سگوں

طبع شدہ ، احمدیار، مولوی — ہیر و رانجھا۔ لاہور، مطبع مفید عام ، ۱۳۴۶ھ

۶۔ محمد شاہ : ہیر و رانجھے کی کہانی ۱۸۵۲ء میں چالیس حرفی کی شکل میں تحریر کی۔ علاقہ پوٹھوہار کا رہنے والا تھا ۔ اس کی امتیازی تحریر یہ ہے کہ رانجھا بھائی اور بھابیوں سے لڑ جھگڑ کر گھر سے باہر نکل گیا۔ اس کو ہیر کا کوئی خیال نہ تھا۔ جب رات چناب کے کنارے گزاری تو اس وقت پانچ پیروں نے اس کو دودھ پلایا اور ہیر بخش دی اور جھنگ کی طرف جانے کے لیے نصیحت کی۔ باقی کہانی دوسرے تحریر کنندگان سے مشابہت رکھتی ہے۔

نمونۂ کلام :

عرض سن کے ساہورانجھے دی گرو دے پاس لے جاوندا ئے
نمسکار کرکے گورتھ ناتھ آگے چرن پکڑ کے عرض سناوندا ئے
گورو سن کے گل حقیقتاں دی منتر جوگ دا ہتھ پھڑاوندا ئے
محمد شاہ رانجھے دے لق پاڑے کڈھ درشنی منڈراں پاوندا ئے

طبع شدہ : محمد شاہ، پیر۔ قصہ ہیر رانجھا (منظوم پنجابی)۔ لاہور، محبوب عالم، ۱۹۳۱ء۔
قصہ ہیر رانجھا۔ لاہور، ملک دین محمد اینڈ سنز۔ سالِ طباعت تحریر نہیں۔

۷۔ جوگ سنگھ — محمد شاہ کی طرح جوگ سنگھ نے بھی سی حرفی کی شکل میں ہیر و رانجھا کا قصہ لکھا۔ سالِ تصنیف معلوم نہیں، لیکن گوٹیر کے مطابق یہ انیسوی صدی کی تصنیف ہے۔ جوگ سنگھ کے مطابق ہیر کا نکاح پانچ پیر رانجھے سے کرا دیتے ہیں اور ان کو نصیحت کرتے ہیں کہ دنیا جھوٹ کا گھر ہے، اللہ اللہ کرو اور تکبر نہ کرو۔ یہ کہہ کر غائب ہو جاتے ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس کا قصہ دیگر مصنفوں سے جدا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ جب رانجھا دور کر رہا تھا ہیر جا کر ملتی ہے:

نمونہ کلام :

پاڑ کے کن میں رہتے ہوگیا تاں بھی تیں عورتاں پکڑیاں وا [illegible] جھوں دس کے

ایہہ گل آکھدے شتابی لگی نیں پل نہ کھلو رہا تیرے پاسوں جاندا نس کے

واسطے میں پیر دے پرانے گئی کر جوگی ایہہ پلے پا تیرے بچاہے [illegible] کے

۸۔ مندرجہ ذیل پنجابی شعراء کے علاوہ درج ذیل شعراء نے بھی قصہ ہیر رانجھا نظم کیا :

بھائی گوردا‌س ، بہبل ، مولوی عبداللہ ، میاں چراغ اعوان ، ہاشم ، مولا شاہ ، احمد شاہ ، سائیں مولا بخش ، پیر غلام جیلانی ، علی حیدر ، حامد شاہ ، محمد شاہ ، دائم اقبال ، امام دین مفتی ، عبدالستار ، مولا بخش کشتہ ، حسین میراں بخش ، میاں محمد لوتا ، شاہ شرف ، اللہ زرگر ، عبدالواحد ، ڈاکٹر فقیر محمد فقیر ، غلام [illegible] ، [illegible] ، نور دین ، محمد دین سوختہ ، کشن سنگھ عارف ، لاہور سنگھ ، افضل شاہ ، احمد [illegible] ، احمد بخش [illegible]۔

۹۔ افضل شاہ ــــ ہیر و رانجھا پنجابی ــ لاہور مولوی [illegible] ــ ۱۳۳۰ھ ــ ۱۴۴ ص

نمونہ کلام : افضل شاہ

جل سوہنی جو جٹ دی [illegible] کرے عشق ملال ادا ہیر دے

پیا سوہنی جو [illegible] دی گل [illegible] ہیر دے

زاہد سوہنی جو [illegible] کرے ذکر نہ یار خدا ہیر دے

رنگ سوہنی جو [illegible] ہیر دے

پیر سوہنی جو [illegible] قبول دعا ہیر دے

گوادی سوہنی جو [illegible] سیاہ ہیر دے

[illegible] ہیر دے

نار سوہنی جو [illegible] ہیر دے

[illegible] ہیر دے

[illegible] ہیر دے

بے کر حسین میرا [illegible] افضل شاہ [illegible] ہیر دے

© rasailojaraid.com

۱۰۔ نمونۂ کلام: ہیر احمد

ماہئے پھلا جوگی ساڈی نگری آیا اوہدے منہ اُتے کچھی گھتیاں نیں
اٹھ پیر صاحب نوں یاد کردا اکھیں عشق ملا دے رتیاں نیں
مستی کیچی نہ کھاوے جرا ذرا ہویا اکھیں ساہو خمار دے متیاں نیں
نیئن لالی نہیں سوال پاوندا لوک دین تے کرن بنتیاں نیں
رانجھا ہیر دے سامنے جاوڑیا بھکھیا جیوں کر پھیرے آٹاولا جی
اگے پلنگ تے ساہمنے ہیر بیٹھی جیوں چشماں ہویاں اکاولا جی
ہیر ٹکور تہ سکی آپتے یار تائیں بھیکھ بدل کیتا رنگ سانولا جی
چلے بیکھ ہیرے پھیر الکھ جاگے سہتی پچھیا کیہڑا آکھیا باولا جی

۱۱۔ کشتہ، مولا بخش ۔۔ ہیر و رانجھا۔ لاہور، مصنف، س۔ ن۔ ۲۲۴ ص

نمونۂ کلام: مولا بخش کشتہ

پوہ پئے پیغمبری وقت سانوں کتھوں تیک غیرت ایہ رہن گے وے
تینوں تیریاں نیندیاں اوڑ جاسن ایڈی کون مصیبتاں سہن گے وے
اک بین لگا دوہا دیگی نکے بدل چھٹے غیرتے کدوں لین گے وے
جیہڑے آکھ دے قطعے اساں دی مال بچے کوٹھیاں ونگ ہن ڈھین گے وے
کیہڑے کچے پنے بیج پائے چولے سن اساں گھنگھراں نال سیکھین گے وے
پانی گھبراں تنگی ٹھہریا نہیں ہوئیں جگہ ندی نالے وہین گے وے
ویسند اکھ دا آگے گھوڑ کی جاندر میرا حال لوکی تینوں کہن گے وے
تیری ہیر بہوتی آہو کشتہ کھیت پکسن تے گاہ کیسن گے وے
چڑھیا اکھ ہیتوں یار اغل ہاتھ ہویاں سک کہ تے ونگ تاڑدے وے
رہیوں مونہ چیت آگھوں رانجھیاں توں جاتے گھرسوں چیچ ابھار دے وے
جل بجلی جان ہے پہرے وچ آگے آوں تیل پا ہو دا ساڑ دے وے
ویٹ سکھیریاں دے جڈیں ہو ٹن سیتی اگوں کتیاں ونگ اوبھاڑ دے وے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

واقف کار نہیں کھاندے وساہ کشتہ کتے کاں کلال کراڑ دے وے

۱۲۔ نمونہ کلام: لاہورا سنگھ

دھیئے کراں کیہہ کوئی نہ پیش جاندی دُکھ ہیر ولوں چھاتی دھکھ دی اے
باہر اٹھ کے کدے نہ جھات ماری شرمسار ڈاڑھی نیک لکھ دی اے
سائیں بھاگ لائے وڈے دے ویل وانگوں تہی جھنگ سیال دے رُکھ دی اے
میری نونہہ تننگا رہے انگنے دا چند وانگ چمکے ٹکی مکھ دی اے
گھر کھیڑیاں دے دھیئے ستر وڈا ویکھن شکل نہ خیر منکھ دی اے

۱۳۔ نمونہ کلام: کشن سنگھ عارف

باز جوار نہ کھاوندے شیر نوں گھاہ اہار
ساہناں نوں ہل واہناں ہندا ہے دشوار
پھر نہیں پھردے سورمے پھڑ ننگی تلوار
چیتی ہندی عاشقاں دنیا والی سرکار
کم کریندے مرد حق جگ وچ وانگ وکار
جوگ بھوگ دا میل کیہہ میل کیہہ موتی سار
کم نہ سنجھدے کشن سنگھ باجھ پیارے یار

فارسی، پنجابی کے علاوہ قصہ ہیر رانجھا مندرجہ ذیل زبانوں میں بھی تحریر کیا گیا۔

ہندی

۱۔ گنگ بھٹ نے ۱۵۶۵ میں قصہ کو ہندی میں تحریر کیا۔
۲۔ گورو داس بل کھتری نے ۱۷۰۶ء میں لکھا۔
۳۔ گورو گوبند سنگھ نے "تریا چرتر" کے نام سے تحریر کیا۔

انگریزی

۱۔ سر رچرڈ ٹمپل نے اس قصے کو انگریزی میں تحریر کیا۔
۲۔ مسٹر جی۔ سی۔ آسبورن، ڈپی۔ سی۔ جھنگ نے یہ قصہ لکھا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۳- پروفیسر سنت سنگھ نے بھی تحریر کیا۔

۴- سردار عبدالقادر آفندی نے میر قمرالدین منت دہلوی کی فارسی تصنیف "عشق ہیر و رانجھن" کا انگریزی ترجمہ کر کے چھپوایا۔

اُردو

۱- رونق اور دیگر لوگوں نے ڈرامے تحریر کیے۔

۲- چوہدری افضل حق نے "معشوقۂ پنجاب" کے نام سے تحریر کیا۔

۳- میاں ایم اسلم نے ناول کی شکل میں ہیر و رانجھا تحریر کیا۔

۴- "قصہ ہیر و رانجھا" ۱۸۷۴ء میں ہندو پریس دہلی میں چھپا۔

سندھی

مندرجہ ذیل شعرا نے سندھی زبان میں ہیر اور رانجھا کے قصے کو نظم کیا۔

۱- میر عظیم الدین عظیم ٹھٹوی نے ۱۲۱۴ھ میں مثنوی ہیر و رانجھا لکھی۔

۲- میر ضیاء الدین ضیا ٹھٹوی نے مثنوی ہیر و رانجھا ۱۲۱۵ھ میں لکھی۔

۳- آزاد سندھی نے مثنوی ہیر و رانجھ ۱۲۱۶ھ میں لکھا۔

۴- نواب ولی محمد خاں لغاری نے مثنوی ہیر و رانجھ ۱۲۲۶ھ میں تحریر کی۔

۵- قادر بخش بیدل نے ہیر و رانجھ ۱۲۹۳ھ میں نظم کی۔

اب مخدوم مکرم راشدی صاحب نے مثنویات ہیر و رانجھا کا ایک مجموعہ شائع کیا جو مذکورہ بالا مثنویات پر مشتمل ہے۔ یہ ۱۹۵۷ء میں کراچی میں شائع ہوا۔

گلستان حدیث : مولانا محمد جعفر شاہ پھلواروی

یہ چالیس منتخب احادیث نبوی کی تشریح ہے۔ ہر حدیث کے مضمون کی تائید میں دوسری احادیث اور قرآن مجید کی آیات سے ان کی مطابقت بہت دل نشین انداز میں بیان کی گئی ہے۔

صفحات ۲۰۸ قیمت -/۱۵ روپے

ملنے کا پتا : ادارۂ ثقافت اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سرگزشتِ غزالی

مولانا محمد حنیف ندوی

عربی میں غزالیؒ کی ایک مشہور کتاب "المنقذ من الضلال" ہے جس میں امام نے اس سوال کا جواب دیا ہے کہ انھوں نے عام تعلیم و تعلم کی پرشکوہ زندگی کو چھوڑ کر تلاش حقیقت کی کٹھن راہ کیوں اختیار کی، جبہ و عبا اور مسندِ درس سے کیوں دست کش ہوئے، کیوں بادہ پیمائی کی، کس طرح دنیا سے دل بیزار ہوا، اور تصوف کے لیے لگن پیدا ہوئی۔ دنیا کی کیا حقیقت ہے، علومِ دنیا کی کیا قدر و قیمت ہے اور کس حد تک قلب و روح کی تشنگی ان سے دور ہوتی ہے۔

اس کتاب کا مغرب کی متعدد زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ فاضل مترجم نے اسے اردو کے دلکش قالب میں پیش کیا ہے۔ مقدمے میں ان کے فلسفۂ تعلیل کی مفصل اور حکیمانہ تشریح کی ہے، جس میں بتایا گیا ہے کہ غزالی نے کیوں کر ہیوم سے بہت پہلے نظریۂ تعلیل کی خامیوں کو بھانپ لیا تھا۔

صفحات ۲۰۰ قیمت -/۱۲ روپے

اسلام میں حیثیتِ نسواں

مولانا مظہر الدین صدیقی

اس کتاب میں عورت کی حیثیت کے بارے میں قرآنِ مجید اور حدیث شریف کی روشنی میں اسلام اور مساوات جنسی، ازدواجی زندگی، طلاق، پردہ، تعددِ ازدواج اور اسلامی تعلیمات کی خلاف ورزی کے موضوعات پر بحث کی گئی ہے۔

صفحات ۲۰۱ قیمت ۱۰ روپے

ملنے کا پتا: ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور

© rasailojaraid.com